محمد وسیم اختر مفتی

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

(۹)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عائشہ کا فہم دین، علمی مباحث اور فقہی تبصرے

حضرت عائشہ کوئی فرمان بھی سنتیں تو بار بار (نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے) رجوع کرتیں، حتیٰ کہ اسے سمجھ لیتیں (بخاری، رقم ۱۰۳)۔

عقائد

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب تو ایسے لوگوں کو دیکھے جو قرآن کی متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں تو سمجھ لینا، یہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورۂ آل عمران ۳: ۷) میں ذکر کیا ہے۔ ان سے بچ کر رہنا (بخاری، رقم ۴۵۴۷۔ مسلم، رقم ۶۸۶۹۔ ابوداؤد، رقم ۴۵۹۸۔ ترمذی، رقم ۲۹۹۴۔ ابن ماجہ، رقم ۴۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۱۰)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'وَکَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا'، ''اور اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے'' (النساء ۴: ۱۳۴)۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ سنائی جانے والی اور دیکھی جانے والی اشیا کا علم رکھتا ہے، کیونکہ آنکھ اپنے

تک پہنچنے والی شعاعوں کے ذریعے سے بصارت حاصل کرتی ہے اور سماعت کان تک پہنچنے والی ہوا کی محتاج ہوتی ہے، دونوں عملوں (phenomena) کا اطلاق مخلوق پر ہوتا ہے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ سمیع وبصیر ہونے کے لیے ان مادی وسائل کا محتاج نہیں۔ تائید کے لیے امام بخاری نے حضرت عائشہ کا یہ قول نقل کیا: 'الحمد للّٰہ الذي وسع سمعه الأصوات'، ''شکر ہے اس اللہ کا جس کی سماعت آوازوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے'' (بخاری: کتاب التوحید، باب ۹)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اس امت میں میں پہلی تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان آیات قرآنیہ میں مذکورہ رؤیت سے مراد کسے دیکھنا ہے؟ 'وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ'، ''بے شک، نبی نے فرشتے کو کھلے آسمان (مشرقی افق) پر دیکھا'' (التکویر ۸۱: ۲۳) اور 'وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى'، ''اور بے شک، رسول پاک نے جبریل کو ایک اور بار دیکھ رکھا ہے'' (النجم ۵۳: ۱۳)۔ آپ نے فرمایا: وہ جبریل تھے۔ میں نے انھیں اصل حالت میں دو بار ہی دیکھا (بخاری، رقم ۴۸۵۵۔ مسلم، رقم ۳۶۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۹۹۳)۔

مسروق نے حضرت عائشہ سے پوچھا: اماں جان، کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھ رکھا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: تو نے یہ بات کر کے میرے رونگٹے کھڑے کر دیے ہیں۔ ان تین اقوال میں سے جن کے جملہ قائلین جھوٹے ہیں، تم کس قول کو اختیار کرتے ہو؟ جو یہ کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اس نے جھوٹ کہا۔ تب حضرت عائشہ نے یہ آیات تلاوت کیں: 'لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ'، ''اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، وہ آنکھوں کو پا لیتا ہے اور وہ بڑا باریک بین اور بڑا باخبر ہے'' (الانعام ۶: ۱۰۳)۔ 'وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ'، ''کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے، مگر وحی کی صورت یا پردے کی اوٹ سے یا وہ کوئی فرشتہ بھیجتا ہے جو اللہ کے اذن سے جو وہ چاہتا ہے، وحی کرتا ہے'' (الشوریٰ ۴۲: ۵۱)۔ جو تجھ سے کہے کہ وہ آیندہ کل کی بات، (یعنی غیب) جانتا ہے، جھوٹ ہی کہے گا۔ یہ کہہ کر انھوں نے یہ آیت سنائی: 'وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا'، ''کوئی جی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا حاصل کر لے گا'' (لقمان ۳۱: ۳۴)۔ جو تجھ سے کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بات چھپائی، اس نے بھی جھوٹ کہا۔ یہ کہہ کر حضرت عائشہ نے یہ فرمان الٰہی سنایا: 'يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ'، ''اے رسول، خوب اچھی طرح پہنچا دیجیے جو آپ کے رب کی طرف سے نازل ہوا'' (المائدہ ۵: ۶۷)۔ (رویت کے باب میں) صحیح بات یہ ہے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو اصل

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

شکل میں دو دفعہ دیکھا (بخاری، رقم ۴۸۵۵۔ مسلم، رقم ۳۵۸۔ ترمذی، رقم ۳۰۶۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۲۷)۔ سید علی ہجویری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عباس سے فرمانا کہ ''میں نے معراج کی رات حق تعالیٰ کو دیکھا'' باطن کی آنکھ سے دیکھنا تھا، جب کہ آپ کا حضرت عائشہ کو بتانا کہ ''میں نے اللہ کو نہیں دیکھا''، ظاہری آنکھ سے دیکھنے کی نفی تھی۔ چشم باطن سے دیکھ لیا تو چشم ظاہر سے نہ دیکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا (کشف المحجوب: باب، مشاہدہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ سے ملاقات کی خواہش رکھتا ہے، اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کی آرزو نہیں رکھتا، اللہ بھی اس کو ملنا نہیں چاہتا۔ حضرت عائشہ نے سوال کیا: کیا یہ موت کو ناپسند کرنا ہے؟ ہم سب بھی تو موت کو پسند نہیں کرتے؟ فرمایا: یہ بات نہیں۔ جب (موت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور) مومن کو اللہ کی رحمت، رضوان اور جنت کی بشارت ملتی ہے تو وہ اللہ کے پاس جانے کو پسند کرتا ہے اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور غضب کی خبر ملتی ہے تو وہ اللہ سے ملنا ناپسند کرتا ہے (مسلم، رقم ۶۹۲۰۔ ترمذی، رقم ۱۰۶۷۔ ابن ماجہ، رقم ۴۲۶۴۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۸۵۵۶)۔ یہ سوال قاضی شریح نے حضرت عائشہ سے کیا تو انھوں نے یہی جواب دیا (نسائی، رقم ۱۸۳۵)۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

حضرت عائشہ کو بتایا گیا کہ حضرت عمر (دوسری روایت: حضرت عبداللہ بن عمر) یہ فرمان نبوی سنا رہے ہیں کہ ''میت کو اس کے اہل خانہ کے رونے پیٹنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔'' انھوں نے کہا: اللہ ان پر رحم کرے۔ انھوں نے جھوٹ نہیں بولا، بلکہ ان کو وہم ہوا۔ ایسا آپ نے کفار کے بارے میں فرمایا تھا، آپ نے ارشاد کیا تھا کہ وہ یہودی عورت تو قبر میں اپنے گناہوں کی سزا جھیل رہی ہے اور اس کے گھر والے رو دھو رہے ہیں۔ تمھارے لیے قرآن کا یہ حکم کافی ہے: 'وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'، ''کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسری جان کا بوجھ نہ اٹھائے گی'' (فاطر ۳۵: ۱۸)۔ (بخاری، رقم ۱۲۸۹۔ مسلم، رقم ۲۱۰۶۔ ابوداؤد، رقم ۳۱۲۹۔ ترمذی، رقم ۱۰۰۴۔ نسائی، رقم ۱۸۵۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۸۸)۔ یہ ایسے ہی ہے، جیسے آپ نے بدر کے دن مشرکوں کو گڑھے میں دفن کرنے کے بعد فرمایا: او عتبہ، او شیبہ، او امیہ، اے ابوجہل، کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا جان لیا؟ پھر کہا: وہ میری بات سن رہے ہیں۔ آپ کا فرمانا تو یہ تھا، اب ان کو پتا چل گیا ہے کہ میرا کہنا درست تھا (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۳۶۱)۔ یہ کہنے کے بعد حضرت عائشہ نے یہ آیات تلاوت کیں: 'اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی'، ''اے نبی، آپ مردوں کو سنا نہیں سکتے'' (النمل ۲۷: ۸۰) (بخاری، رقم ۱۳۷۱)۔ 'وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ'، ''آپ قبروں میں دفن لوگوں

کو سنا نہیں سکتے'' (فاطر ۳۵: ۲۲)۔(مسلم، رقم ۲۱۱۰۔ نسائی، رقم ۲۰۷۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۴۸۶۴)۔

ایک یہودی عورت حضرت عائشہ کے ہاں کام کرنے آتی تھی۔ جب وہ اس کے ساتھ حسن سلوک کرتیں، وہ دعا دیتی، اللہ تمھیں قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ ایک دن حضرت عائشہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: روز قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہ ہوگا۔ کچھ ہی دن گزرے تھے کہ عین دوپہر کے وقت آپ بلند آواز سے پکارتے ہوئے باہر نکلے، لوگو، قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو، عذاب قبر حق ہے (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۵۲۰)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ایک یہودی عورت میرے پاس آئی اور کہا کہ پیشاب کی پلیدی سے (نہ بچنے سے) قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ میں نے اسے جھٹلا دیا تو اس نے کہا: ہم تو پلید ہونے والے کپڑے اور جلد ہی کو کاٹ دیتے ہیں۔ ان کی بحث جاری تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضرت عائشہ نے یہودیہ کی بات آپ کو بتائی تو فرمایا: ہاں، یہ سچ کہتی ہے (نسائی، رقم ۱۳۴۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۳۲۴)۔ اس سے ملتی جلتی روایت میں حضرت عائشہ نے بیان کیا: دو یہودی بوڑھیاں میرے پاس آئیں اور کہا: مردوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ میں نے ان کی بات پر یقین نہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ سے پوچھا، فرمایا: وہ سچ کہتی ہیں۔ قبر والوں کو عذاب ہوتا ہے جسے چوپائے سنتے ہیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے اس کے بعد آپ کو ہر نماز میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے سنا (مسلم، رقم ۱۴۵۹۔ نسائی، رقم ۱۳۰۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۱۷۸)۔

حضرت عائشہ نے سوال کیا: یا رسول اللہ، روز حشر انسانوں کو کیسے اٹھایا جائے گا؟ فرمایا: ننگے پاؤں، ننگے بدن، پوچھا: اور عورتیں؟ ارشاد فرمایا: عورتیں بھی اسی حال میں ہوں گی۔ حضرت عائشہ حیران ہوئیں، یا رسول اللہ، ہمیں شرم نہ آئے گی؟ آپ نے فرمایا: وہ وقت ایسا کڑا ہوگا کہ ایک دوسرے کو دیکھنے کی ہوش ہی نہ ہوگی (بخاری، رقم ۶۵۲۷۔ مسلم، رقم ۷۳۰۰۔ نسائی، رقم ۲۰۸۶۔ ابن ماجہ، رقم ۴۲۷۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۶۵)۔

مسائل تفسیر

عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ سے استفسار کیا، اللہ تعالیٰ کے ارشاد: 'حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا'، ''جب نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ رسول اپنی قوموں سے مایوس ہو گئے اور لوگوں نے بھی گمان کیا کہ ان کو جھوٹ ڈراوے سنائے گئے تو یکایک ہماری مدد پیغمبروں کو پہنچ گئی'' (یوسف ۱۲: ۱۱۰) میں لفظ

'کُذِبُوا' ہے یا 'کُذِّبُوا'؟ حضرت عائشہ نے دوسری صورت 'کُذِّبُوا' (بمعنی: رسول جھٹلائے گئے) بتائی۔ عروہ نے کہا: رسولوں کو تو یقین تھا کہ انھیں جھٹلایا جا رہا ہے، اس میں گمان کی کیا بات؟ میرا خیال ہے، یہاں 'کُذِبُوا' (مطلب: رسولوں سے جھوٹا وعدہ کیا گیا) ہونا چاہیے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: معاذ اللہ، پیغمبر اپنے رب کے متعلق ایسا سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ پھر وضاحت کی کہ اہل ایمان پر ٹوٹنے والی آزمایشوں نے طول پکڑا اور اللہ کی مدد میں تاخیر ہوئی تو رسول اپنی قوموں سے مایوس ہوئے اور انھیں گمان ہونے لگا کہ ان کے پیروکار بھی انھیں جھوٹا نہ سمجھنے لگیں، تب اللہ کی مدد آئی (بخاری، رقم ۴۶۹۵)۔

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ، میں کتاب اللہ میں پائی جانے والی سخت ترین آیت کو جانتی ہوں۔ کون سی ہے وہ آیت؟ دریافت فرمایا۔ بتایا: 'مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ'، ''جو کوئی برائی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا'' (النساء ۴: ۱۲۳)۔ آپ نے فرمایا: عائشہ، تو جانتی ہے، کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آتی ہے یا اسے کانٹا بھی چبھتا ہے تو اس کے برے عمل کی سزا بن جاتا ہے۔ ہاں، روز قیامت جس کا حساب ہوا، عذاب پائے گا۔ حضرت عائشہ نے کہا: کیا اللہ نے نہیں فرمایا: 'فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ. فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا'، ''تو جسے اس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا گیا، وہ جلد آسان حساب کیا جائے گا'' (الانشقاق ۸۴: ۷-۸)۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد صرف اعمال کا پیش کرنا ہے۔ جس کا کڑا حساب ہوا، اس کو ضرور عذاب ہو گا (ابوداؤد، رقم ۳۰۹۳۔ ترمذی، رقم ۲۴۲۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۰۰)۔ امیہ نے حضرت عائشہ سے اللہ تعالیٰ کے ان دو ارشادات کا مطلب پوچھا: 'وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ'، ''اگر تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو گے یا چھپاؤ گے، اللہ اس کا حساب لے کر رہے گا'' (البقرہ ۲: ۲۸۴) اور 'مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَ بِهٖ'، ''جو کوئی برائی کرے گا، اس کا بدلہ پائے گا'' (النساء ۴: ۱۲۳)۔ انھوں نے کہا: جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا، کسی نے مجھ سے یہ بات نہ پوچھی۔ آپ نے فرمایا تھا: یہ اللہ کا اپنے بندے پر خفگی کا اظہار کرنا ہے۔ وہ اسے بخار اور کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی قمیص کی آستین میں کوئی چیز رکھ کر بھول جاتا ہے اور پھر پریشان ہوتا ہے۔ ایسی تکالیف اور پریشانیاں دیکھ کر بندۂ خدا اپنے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے، گویا سرخ سونا بھٹی سے نکل آیا (ترمذی، رقم ۲۹۹۱)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (معاذ اللہ) وحی میں سے اگر کچھ چھپانا ہوتا تو یہ آیت

چھپاتے: ’وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ‘، ’’اے نبی، وہ وقت یاد کریں، جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے (نعمت اسلام سے نواز کر) اور آپ نے (آزادی بخش کر) احسان کر رکھا تھا کہ اپنی بیوی کو روکے رکھو اور اللہ سے ڈرو۔ اس وقت آپ اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا۔ آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالاں کہ اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ آپ اس سے ڈرتے‘‘ (الاحزاب ۳۳: ۳۷)۔ پھر جب آپ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ اپنے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے بیاہ کر لیا۔ تب اللہ کا فرمان اترا: ’مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ‘، ’’محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں‘‘ (الاحزاب ۳۳: ۴۰)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ان کے بچپن ہی میں منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، اس لیے وہ زید بن محمد کے نام سے جانے جاتے تھے، تاہم حسب ذیل فرمان خداوندی نازل ہونے کے بعد ان کی یہ حیثیت ختم ہو گئی اور انھیں زید بن حارثہ کی نسبت واپس مل گئی: ’وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ. اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ‘، ’’اللہ نے تمھارے لے پالکوں کو تمھارے بیٹے قرار نہیں دیا۔ یہ تو تمھارے مونھوں سے نکلی ہوئی بات ہے۔ اللہ حقیقت بتاتا اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے بلاؤ۔ یہی اللہ کے ہاں زیادہ قرین انصاف ہے۔ اور اگر تم ان کے آبا و اجداد کو نہیں جانتے تو یہ تمھارے دینی بھائی اور رفقاے قبیلہ ہیں‘‘ (الاحزاب ۳۳: ۴-۵) (مسلم، رقم ۳۵۹۔ ترمذی، رقم ۳۲۰۷)۔

حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا: کیا اللہ کے فرمان ’وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ‘، ’’اور جو دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں، اس حال میں کہ ان کے دل یہ سوچ سوچ کر کانپتے رہتے ہیں کہ انھیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔ یہی لوگ ہیں جو نیکیوں کی طرف لپکتے ہیں اور انھیں سب سے پہلے پا لیتے ہیں‘‘ (المومنون ۲۳: ۶۰-۶۱) میں بیان کردہ لوگ وہ ہیں جو (برے اعمال کرتے ہیں، مثلاً) شراب پیتے ہیں، زنا میں ملوث ہوتے ہیں اور چوریاں کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں، بنت صدیق، یہ وہ مومن ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں،

صدقے دیتے ہیں، پھر بھی ڈرتے ہیں کہ ان کی قبولیت نہ ہوگی۔ یہی لوگ ہیں جو نیکیوں کی طرف لپکتے اور (انجام کار) ان کی طرف سبقت لے جاتے ہیں (ترمذی، رقم ۳۱۷۵۔ ابن ماجہ، رقم ۴۱۹۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۲۶۳)۔

حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: 'وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ'، ''روز قیامت پوری زمین اللہ کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے دست راست میں لپٹے ہوں گے'' (الزمر ۳۹: ۶۷)۔ اور پھر یہ ارشاد کیا: 'يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ'، ''اس دن اس زمین اور ان آسمانوں کو دوسری زمین، دوسرے آسمانوں سے بدل دیا جائے گا'' (ابراہیم ۱۴: ۴۸)۔ اس روز لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: پل صراط پر ہوں گے (مسلم، رقم ۷۰۵۸۔ ترمذی، رقم ۳۲۴۱۔ ابن ماجہ، رقم ۴۲۷۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۰۶۹)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: 'وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا'، ''اپنی نماز زیادہ بلند آواز سے نہ پڑھو، نہ ہی اسے بہت پست رکھو، بین بین کا راستہ اختیار کرو'' (بنی اسرائیل ۱۷: ۱۱۰)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: یہ فرمان دعا کے بارے میں نازل ہوا (بخاری، رقم ۶۳۲۷۔ مسلم، رقم ۹۳۳)۔ دعا اتنی اونچی آواز میں مانگنی چاہیے کہ آدمی خود کو سنا رہا ہے، دوسروں کو نہیں بتا رہا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ دعا کو نماز اس لیے کہہ دیا گیا، کہ نماز دعا کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ نماز کے علاوہ دعا مانگی جا رہی ہو تو بھی یہی حکم ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

سیرت و آداب نبوی

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے سخت سرد دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے۔ وحی ختم ہوئی تو آپ کی پیشانی پسینے سے شرابور تھی (بخاری، رقم ۲۔ مسلم، رقم ۶۱۲۸۔ ترمذی، رقم ۳۶۳۴۔ نسائی، رقم ۹۳۵۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۳۰۹)۔

سیدہ عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ پر جنگ احد سے بھی بڑھ کر کوئی سخت دن گزرا ہے؟ فرمایا: ہاں (۱۰ ر نبوی میں جب میں مکہ سے پینسٹھ میل دور طائف کے مقام) عقبہ (پر پہنچا) اس دن (بنوثقیف کے سردار) ابن عبد یالیل نے (نہ صرف) میری دعوت اسلام قبول نہ کی، (بلکہ الٹا طائف کے اوباش لونڈوں کو میرے پیچھے لگا دیا جنھوں نے مجھ پر پتھر برسائے)۔ میں لوٹا تو بہت مغموم تھا (واپسی کے سفر میں) اہل نجد کے میقات قرن الثعالب تک پہنچا تھا کہ ایک بدلی کو اپنے سر پر سایہ فگن دیکھا۔ مجھے اس میں جبریل نظر آئے۔ انھوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے

آپ کی قوم کا سلوک دیکھ لیا ہے، اس نے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو دونوں پہاڑ (اصل لفظ: اخشبین) آپس میں ملا کر مشرک قوم کو ملیا میٹ کر دیا جائے۔ میں آمادہ نہ ہوا، کیونکہ مجھے امید تھی کہ اللہ اسی قوم کی اگلی نسلوں میں ایسے صالحین پیدا کر دے گا جو اللہ واحد کی عبادت کریں گے، کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں گے (بخاری، رقم ۳۲۳۱۔ مسلم، رقم ۴۶۷۶)۔ طائف ایک ہی پہاڑ غزوان پر آباد ہے۔ یہاں کے باشندوں پر مجوزہ عذاب نازل کرنے کے لیے 'اخشبین' کا لفظ استعمال کیا گیا جو ابوقبیس اور قعیقعان (یا احمر) نامی ان دو پہاڑوں کے لیے بولا جاتا ہے جن کے مابین مکہ و منیٰ واقع ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ قریش مکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین مخاطب اور سب سے پہلے جھٹلانے والے تھے۔ اگر اللہ کی طرف سے آپ کے مکذبین کے استیصال کا فیصلہ ہوتا تو اس کی ابتدا ان دونوں پہاڑوں کی وادی سے ہوتی۔

حضرت عائشہ کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک آسمانوں کی طرف بلند نہ ہوا تھا۔ اللہ نے آپ کی روح کو معراج کی سیر کرائی۔

ابوعبیدہ نے حضرت عائشہ سے 'اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ'، ''بے شک، ہم نے آپ کو کوثر بخش دیا'' کے بارے میں استفسار کیا تو انھوں نے بتایا: کوثر وہ نہر ہے جو تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں ملی ہے۔ اس کے کناروں پر خول دار موتی جڑے ہیں اور آب خورے تو اتنے ہیں کہ ان کی گنتی ستاروں کے برابر ہے (بخاری، رقم ۴۹۶۵۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۴۰۳)۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت اسماء بنت ابوبکر کی والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ کشمش (یا پھلوں کا شیرہ)، گھی اور چمڑے کو رنگنے والے درخت قرظ کے پتوں کے تحائف لے کر مدینہ آئیں تو ان کا دل آمادہ نہ ہوا کہ اپنی مشرکہ والدہ کے تحفوں کو قبول کر کے گھر میں رکھ لیں۔ انھوں نے حضرت عائشہ سے پچھوا بھیجا۔ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا فرمان سنایا: 'لَا یَنۡھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ وَلَمۡ یُخۡرِجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اَنۡ تَبَرُّوۡھُمۡ وَتُقۡسِطُوۡٓا اِلَیۡھِمۡ'، ''اللہ تمھیں ان لوگوں سے احسان اور انصاف کا سلوک کرنے سے منع نہیں کرتا جنھوں نے تم سے قتال نہیں کیا اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا'' (الممتحنہ ۶۰: ۸) اور فرمایا: ان کو عزت سے بٹھاؤ اور تحائف قبول کر لو (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۱۶۱۱۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۳۸۰۴)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ میں سے کسی کو بخار آتا تو ہمارے گھر میں ہنڈیا

چڑھی رہتی۔ آپ بیمار کو حریرہ (آٹے اور چینی سے بنا ہوا پتلا شیرہ) بنوا کر کھلاتے اور فرماتے: یہ قلب ملول کو قوت دیتا ہے اور بیمار کے دل کی پژمردگی ختم کرتا ہے، جیسے تم پانی سے اپنے چہرے کی میل دور کرتے ہو (ابن ماجہ، رقم ۳۴۴۵، ۳۴۴۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۰۳۵)۔

حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے لہسن یا پیاز کھایا، وہ ہماری مسجد سے دور رہے اور گھر میں بیٹھ رہے (ابوداؤد، رقم ۳۸۲۲)۔ حضرت قرہ بن ایاس سے مروی ہے کہ اگر تم نے ان کو کھانا ہی ہے تو پکا کر ان کی بو مار لو (ابوداؤد، رقم ۳۸۲۷)۔ جب حضرت عائشہ سے پیاز کھانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری کھانا کھایا، اس میں پیاز تھا (ابوداؤد، رقم ۳۸۲۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۵۸۵)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھڑے ہوئے اور کبھی بیٹھ کر پانی نوش فرمایا، ننگے پاؤں اور جوتوں سمیت، دونوں طرح نماز ادا فرمائی اور نماز سے فارغ ہو کر کبھی دائیں طرف کو اٹھے اور کبھی بائیں کو چلے (نسائی، رقم ۱۳۶۲۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۵۶۷)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں تشریف لائے۔ اس وقت ایک بچی میرے پاس بیٹھی تھی۔ آپ نے پوچھا: کیا اسے ایام ہوتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے اپنی چادر (یا عمامہ پھاڑا اور) میری طرف اچھال کر فرمایا: اس کے دو ٹکڑے کر لو۔ آدھا اسے دے دو اور دوسرا آدھا ام سلمہ کے پاس رہنے والی لڑکی کو دے دو۔ میرا خیال ہے، دونوں بالغہ ہیں (ابوداؤد، رقم ۶۴۲۔ ابن ماجہ، رقم ۶۵۴۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۶۴۶)۔

حضرت عائشہ کے پاس ایک بچی آئی۔ اس کے پاؤں میں گھنگرو تھے جو بج رہے تھے۔ کہا: یہ گھنگرو اتار کر میرے پاس آؤ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، جس گھر میں گھنٹا بج رہا ہو، اس میں فرشتے نہیں آتے (ابوداؤد، رقم ۴۲۳۱)۔

حضرت عائشہ نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا: تمھیں ابوہریرہ پر تعجب نہ ہوا، میرے حجرے کے پاس بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرنے اور 'اے حجرے کی مالکن' کہہ کر مجھ کو سنانے لگے۔ میں نوافل پڑھ رہی تھی، میرے فارغ ہونے سے پہلے ہی اٹھ گئے۔ اگر مجھے ان سے بات کرنے کا موقع ملتا تو بتاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی طرح لگاتار کلام نہیں کرتے تھے۔ آپ اس طرح کلام فرماتے تھے کہ کوئی بھی آپ کے ارشادات کو

شمار کر کے یاد کر سکتا تھا (مسلم، رقم ۶۴۸۲، ۶۷۱۹۔ ابوداؤد، رقم ۳۶۵۵۔ ترمذی، رقم ۳۶۳۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۸۶۵)۔ دوسری روایت ہے کہ آپ کی گفتگو ایسی صاف ہوتی تھی کہ ہر سننے والا سمجھ جاتا تھا (ابوداؤد، رقم ۴۸۳۹)۔ شبیر احمد عثمانی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے حدیث روایت کرنے پر نہیں، بلکہ پے در پے، جلدی جلدی احادیث بیان کرنے پر اعتراض کیا، کیونکہ اس طرح ان کا سمجھ میں آنا اور ذہن نشین ہونا مشکل ہو سکتا ہے۔ ابن حجر نے اس اعتراض کو اس طرح رفع کیا کہ حضرت ابوہریرہ کے پاس وسیع ذخیرۂ احادیث تھا، ان کے لیے ممکن نہ تھا کہ رک رک کر، ٹھیر ٹھیر کر روایت کرتے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں ایک قیدی لے آئے۔ میں اس کی دیکھ بھال کرنے کے بجاے عورتوں کے ساتھ مشغول ہو گئی اور وہ کھسک گیا۔ آپ واپس تشریف لائے تو غصے ہوئے اور فرمایا: تو نے کیا کیا؟ اللہ تیرا ہاتھ کاٹے یا دونوں ہاتھ ہی قطع کر دے۔ پھر آپ نے صحابہ کو قیدی کی تلاش میں بھیجا اور وہ اسے پکڑ لائے۔ فارغ ہو کر آپ لوٹے تو مجھے ہاتھ ملتے دیکھ کر فرمایا: تجھے کیا ہوا؟ دیوانی ہو گئی ہو؟ میں نے کہا: آپ نے مجھے بددعا دی ہے، میں دیکھ رہی ہوں، کون سا ہاتھ کٹے گا؟ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی: اے اللہ، میں بشر ہوں، انسانوں کی طرح غصے میں آ جاتا ہوں۔ جس کسی مومن یا مومنہ کو بددعا دوں، تو اسے اس کے لیے گناہوں سے چھوٹ اور پاک دامنی کا ذریعہ بنا دے (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۵۹۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۱۸۱۴۷)۔ موسوعۂ مسند احمد کی روایت ۱۲۴۳۱ میں اس واقعے کو حضرت حفصہ سے منسوب کیا گیا ہے۔

ایک دفعہ نو مسلموں کا ایک بڑا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آیا۔ مہاجرین نے کھڑے ہو کر رستہ بنایا، تب آپ حجرۂ عائشہ کی چوکھٹ تک پہنچ پائے۔ وہ پھر بھی آپ پر چڑھ آئے۔ آپ نے اپنی چادر ان کو تھما کر دروازے کی دہلیز پر چھلانگ لگائی اور فرمایا: اللہ ان پر لعنت کر۔ حضرت عائشہ نے کہا: یہ لوگ تو مارے گئے۔ آپ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے عہد لے رکھا ہے جس کی وہ خلاف ورزی نہ کرے گا۔ میں بھی ایک انسان ہوں، لوگوں کی طرح تنگ پڑ جاتا ہوں۔ اہل ایمان میں جس کسی کے خلاف میرے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے، اسے اس کے لیے کفارہ بنا دے (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۷۶۴)۔

استفسارات نماز

جس دن حضرت سعد بن ابووقاص کی وفات ہوئی، حضرت عائشہ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر ان کے

www.javedahmadghamidi.org
www.al-mawrid.org

ہاں آئے۔ انھوں نے وضو کیا تو حضرت عائشہ نے ٹوکا کہ صحیح طریقے سے وضو کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، (وضو میں خشک رہ جانے والی) ایڑیاں دوزخ کی آگ سے برباد ہوں گی (مسلم، رقم ۴۸۷۔ ابن ماجہ، رقم ۴۵۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۱۲۳)۔

شریح بن ہانی نے حضرت عائشہ سے موزوں پر مسح کرنے کی تفصیل دریافت کی تو انھوں نے کہا: علی سے پوچھو، اس باب میں وہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے (مسلم، رقم ۵۶۰۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۷۴۸)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: معراج سے پہلے مکہ میں نماز دو رکعات فرض کی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضر میں چار رکعت کر دیں اور سفر میں ابتدائی فرض، دو رکعتوں کو برقرار رکھا (بخاری، رقم ۳۵۰۔ مسلم، رقم ۱۵۱۷۔ ابوداؤد، رقم ۱۱۹۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۰۴۲)۔

حضرت عائشہ کے بھانجے قاسم بن محمد نے کنیز کے بطن سے جنم لیا تھا۔ وہ اور ان کے بھتیجے، حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے پوتے عبداللہ بن محمد حضرت عائشہ کے پاس حاضر تھے۔ کسی بات پر حضرت عائشہ نے قاسم کو ڈانٹا، تم اپنے بھتیجے عبداللہ کی طرح تہذیب سے بات کیوں نہیں کرتے۔ شاید یہ تمھاری ماں کی تربیت ہے۔ یہ سن کر قاسم کو طیش آیا اور اپنی پھوپھی حضرت عائشہ سے بگڑنے لگے۔ کھانے کا دستر خوان بچھایا گیا تو وہ نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ارے بے وفا! بیٹھ جا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، کھانے کے وقت اور قضاے حاجت کو روک کر نماز نہ پڑھو (مسلم، رقم ۱۱۸۳۔ ابوداؤد، رقم ۸۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۴۴۹)۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: آپ نے یہ بھی ارشاد کیا، جب کھانا رکھ دیا جائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو کھانے سے ابتدا کرو (ابن ماجہ، رقم ۹۳۵)۔

حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو نماز میں ادھر ادھر دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ شیطان کا جھپٹنا ہے، وہ تمھیں نماز سے ورغلاتا ہے (بخاری، رقم ۷۵۱۔ ابوداؤد، رقم ۹۱۰۔ ترمذی، رقم ۵۹۰۔ نسائی، رقم ۱۱۹۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۴۱۲)۔

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اختتام نماز پر ایک ہی سلام پھیرتے۔ آپ کا رخ سامنے کی طرف، ذرا داہنی جانب جھکا ہوتا (ترمذی، رقم ۲۹۶۔ ابن ماجہ، رقم ۹۱۹۔ مستدرک حاکم، رقم ۸۴۱)۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ اگرچہ صحیح ترین روایات کے مطابق نماز کے بعد دو سلام کرنا ثابت ہے اور اسی پر امت کی اکثریت عمل پیرا

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہے۔ تاہم صحابہ وتابعین کی ایک جماعت فرض نمازوں میں ایک سلام پھیرتی رہی ہے۔ امام شافعی کی راے ہے، چاہو تو ایک سلام، چاہو دو پھیرلو۔ شوکانی کا کہنا ہے کہ ایک سلام پھیرنے والی روایات قلیل اور ضعیف ہیں۔ اس لیے ان کی بنا پر دو سلام پھیرنے والی بے شمار اور اصح روایات کو چھوڑنا درست نہیں۔ اس کے باوجود علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کسی نے ایک سلام پھیر کر نماز ختم کر دی تو اس کی نماز درست ہو گی، کیونکہ پہلا سلام واجب اور دوسرا مستحب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں: میں نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں (دائیں طرف) کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ سیدہ عائشہ ہمارے پیچھے جماعت میں شامل تھیں (نسائی، رقم ۸۰۵۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۷۵۱)۔ جب ایک بچہ اور ایک عورت نماز میں شریک ہوں تو اسی طرح صف بندی کی جاتی ہے۔

۹ھ: حضرت ام سلمہ کی روایت ہے کہ ظہر کے فوراً بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ مال آیا۔ آپ اسے تقسیم کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اسی اثنا میں عصر کی اذان ہو گئی۔ عصر پڑھانے کے بعد آپ میرے گھر آئے اور ظہر کی رہ جانے والی دو رکعتیں ادا فرمائیں (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۵۶۰)۔ حضرت عائشہ نے ان رکعتوں کو معمول بنا لیا تو حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر اور حضرت مسور بن مخرمہ نے ان سے سوال کیا کہ ہم تک تو یہی روایت پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے منع فرمایا کرتے تھے۔ انھوں نے جواب دیا: آپ ام سلمہ سے پوچھ لیں۔ حضرت ام سلمہ نے بتایا: میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان رکعتوں سے منع فرماتے سنا پھر انھیں ادا کرتے دیکھا تو استفسار کیا۔ آپ نے وضاحت فرمائی: میرے پاس بنو عبدالقیس کے کچھ لوگ مسلمان ہو کر اپنی قوم کا پیغام لائے۔ ان سے بات چیت نے مجھے ظہر کے بعد والی دو رکعتیں پڑھنے کا موقع نہ دیا۔ یہ وہی دوگانہ تھا جواب میں نے ادا کیا (بخاری، رقم ۴۳۷۰۔ مسلم، رقم ۱۸۸۵۔ ابوداؤد، رقم ۱۲۷۳۔ نسائی، رقم ۵۸۰)۔ حضرت عائشہ ہی کی روایت کے مطابق عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقل معمول تھا، فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں نماز فجر سے قبل والی دو رکعتوں اور نماز عصر کے بعد والی دو رکعتوں کو چھپے، علانیہ کبھی ترک نہیں کیا (مسلم، رقم ۱۸۸۹۔ ابوداؤد، رقم ۱۲۷۹۔ ترمذی، رقم ۱۸۴۔ نسائی، رقم ۵۷۸)۔ شبیر احمد عثمانی کہتے ہیں کہ نماز عصر کے بعد کا دوگانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص تھا۔ آپ نے عامۃ المسلمین کو اس وقت نفل نماز پڑھنے سے سداً للذریعہ منع فرمایا، کیونکہ اداے نماز کے دوران میں مکروہ وقت میں داخل ہونے کا بہت احتمال ہوتا ہے۔ عصر کے بعد والی دو رکعتوں کی مداومت حضرت عائشہ کے سوا کسی نے نہیں بیان

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

کی ۔رشید احمد گنگوہی کا کہنا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت عائشہ کی باری والے دن، یعنی نویں روز ہی انھیں ادا فرماتے تھے۔حضرت ام سلمہ کے گھر میں آپ نے محض ایک بار یہ رکعات پڑھیں جیسا کہ انھوں نے بتایا، میں نے اس واقعے سے قبل یا بعد آپ کو یہ رکعتیں ادا فرماتے کبھی نہیں دیکھا (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۶۵۶۰)۔ہمیں آپ ہی کے ارشاد کے مطابق اس وقت یہ دو رکعتیں یا کوئی اور نفل نہ پڑھنا چاہیے۔حضرت زید بن ثابت نے اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ایک انفرادی واقعہ قرار دے کر حضرت عائشہ کے موقف کی سختی سے تردید کی (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۱۶۱۲)۔حضرت عبداللہ بن مغفل نے حضرت عمر کی اولاد میں سے دو نوجوانوں کو عصر کے بعد دوگانہ ادا کرتے دیکھا تو کہا: تمھارے باپ عمر ان رکعتوں سے منع کیا کرتے تھے۔انھوں نے کہا: ہمیں حضرت عائشہ نے بتایا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں ادا کرتے تھے۔تب حضرت عبداللہ خاموش ہو گئے (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۲۳۴۷)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: جمعہ کے روز لوگ بالائی مدینہ سے نماز پڑھنے مسجد نبوی آتے۔انھوں نے عبائیں پہنی ہوتیں جن پر گرد و غبار پڑا ہوتا، ان کے پاس سے بدبو آ رہی ہوتی جس سے لوگ ناگواری محسوس کرتے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا تو فرمایا تم غسل کیوں نہیں کر لیتے۔دوسری روایت میں انھوں نے بتایا، آپ میرے ہاں تھے کہ ان میں سے ایک شخص آپ سے ملنے آیا۔آپ نے فرمایا: کاش، تم اس دن غسل کر لیا کرو (مسلم، رقم ۱۹۱۰۔ابوداؤد، رقم ۳۵۲۔نسائی، رقم ۱۳۸۰)۔جمہور علما کے نزدیک جمعہ کے دن (زوال سے پہلے) غسل کرنا سنت ہے، امام مالک اسے مستحب، جب کہ ابن حزم واجب قرار دیتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ یہ وجوب نماز کے لیے نہیں، بلکہ جمعہ کے دن کے لیے ہے، اس لیے غسل جمعہ کی نماز کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عائشہ نے وضاحت کی کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا خطبہ ارشاد کیا تو نمازیوں کے موٹے اونی کپڑے دیکھ کر (جن سے بو آ رہی تھی) فرمایا: تم میں سے جو گنجایش رکھتا ہے، اس کے لیے کوئی مشکل نہیں اگر وہ کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ خاص جمعہ کی نماز کے لیے ایک جوڑا بنا رکھے (ابن ماجہ، رقم ۱۰۹۶)۔

بنو اسد کی ایک عورت (حضرت حولا بنت تویت) نے حضرت عائشہ کو اپنی (نفلی) نماز کی کیفیت بتائی اور کہا: کثرت قیام کی وجہ سے وہ رات بھر نہیں سوتی۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتنا عمل اختیار کرو جو تم مستقل کر سکتے ہو، کیونکہ اللہ تو نہیں تھکے گا، تم تھک جاؤ گے (بخاری، رقم ۴۳۔مسلم، رقم ۱۷۸۳۔نسائی، رقم ۵۰۳۸۔ابن ماجہ، رقم ۴۲۳۸۔موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۴۵)۔

مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گر پڑے اور آپ کے پاؤں اور داہنے پہلو کو چوٹ آئی۔ صحابہ عیادت کو آئے تو آپ سیدہ عائشہ کے کمرے میں بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ انھوں نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ ایک بار آپ نے نہ ٹوکا، لیکن دوسری دفعہ بھی ایسا ہوا تو ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اختتام نماز پر ارشاد فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، وہ سر اٹھائے تو تم بھی سر اٹھاؤ۔ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ جاؤ (ابوداؤد، رقم ۶۰۲۔ ابن ماجہ، رقم ۱۲۳۷۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۲۵۰)۔ مرض وفات میں آپ نے اس فرمان کے برعکس عمل اختیار فرمایا۔ حضرت ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ کو کچھ افاقہ محسوس ہوا۔ حضرت عباس اور حضرت علی کا سہارا لیتے ہوئے آپ مسجد میں آئے۔ حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا، لیکن آپ نے انھیں اپنی جگہ پر رہنے کا اشارہ کیا اور خود ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر آپ کی اقتدا کرنے لگے اور اصحاب حضرت ابوبکر کی امامت میں (کھڑے ہو کر) نماز پڑھنے لگے (بخاری، رقم ۶۸۷)۔ آپ نے نمازیوں کے کھڑے رہنے پر کوئی تنکیر نہ فرمائی۔ احناف، شوافع اور سفیان ثوری کہتے ہیں کہ مرض وفات میں آپ کے عمل سے گذشتہ مرض میں ارشاد کیا ہوا آپ کا سابقہ حکم منسوخ ہو گیا، اس لیے اگر مقتدیوں کو کوئی مرض لاحق نہ ہو تو ان کا بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہ ہو گا۔ شوکانی کا کہنا ہے، نخعی کے شاگرد مغیرہ بن مقسم پہلے فقیہ تھے جنھوں نے یہ راے اختیار کی۔ امام مالک اور امام محمد کا فتویٰ ہے، قاعد قائم کی امامت ہی نہیں کر سکتا۔ امام احمد نسخ کا انکار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ صحابہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کے باوجود قیام کو جاری رکھا، کیونکہ وہ حضرت ابوبکر کی اقتدا میں نماز کھڑے ہو کر شروع کر چکے تھے۔

www.javedahmadghamidi.org

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی باندیوں کو اللہ کی مساجد میں جانے سے نہ روکو۔ انھیں تیل اور خوشبو لگائے بغیر نکلنا چاہیے (بخاری، رقم ۸۶۵۔ مسلم، رقم ۹۲۱۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۴۴۰۶)۔ آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد عورتیں بناؤ سنگھار کر کے مساجد میں آنے لگیں تو حضرت عائشہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر عورتوں کے نئے اطوار دیکھ لیتے تو انھیں مسجد آنے سے اسی طرح منع فرما دیتے، جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا (مسلم، رقم ۹۳۰۔ ابوداؤد، رقم ۵۶۹۔ ترمذی، رقم ۵۳۹۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۹۸۲)۔ حضرت عائشہ کے ذہن میں آپ کا یہ فرمان رہا ہو گا، تم میں سے کوئی عورت مسجد میں آتے وقت خوشبو نہ لگائے (مسلم، رقم ۹۲۸)۔ حضرت عائشہ ہی کی روایت سے عہد نبوی کا ایک واقعہ نقل ہوا ہے کہ بنو مزینہ کی ایک عورت زیب و زینت کیے ہوئے، ناز و انداز دکھاتی ہوئی مسجد نبوی میں داخل ہوئی تو آپ نے ناراضی کا اظہار کیا اور فرمایا: بنی اسرائیل پر اسی

لیے لعنت کی گئی، کیونکہ ان کی عورتیں مساجد میں ناز نخرے دکھاتی تھیں (ابن ماجہ، رقم ۴۰۰۱۔ مسند اسحاق بن راہویہ، رقم ۸۵۵)۔ محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

حضرت عائشہ سفر میں مکمل نماز پڑھتی تھیں (ترمذی، رقم ۵۴۴)۔ فرماتی ہیں: میں نے عمرہ کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کا سفر کیا۔ مکہ پہنچ کر سوال کیا: یا رسول اللہ، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے نماز قصر کر کے پڑھی اور میں نے پوری، آپ نے روزے چھوڑے اور میں رکھتی رہی۔ آپ نے فرمایا: عائشہ، تو نے خوب کیا اور نکیر نہ فرمائی (نسائی، رقم ۱۴۵۷)۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ تقصیر ایک رخصت ہے، اگر مسافر نے پوری نماز پڑھ لی تو بھی ادا ہو جائے گی۔

رمضان کے مہینے میں حضرت عائشہ اپنے غلام ابوعمرو ذکوان کی امامت میں نماز پڑھتیں جو اس وقت آزاد نہ ہوا تھا۔ ذکوان مصحف سے دیکھ کر قرآن تلاوت کرتا (بخاری: کتاب الاذان، باب ۵۴، مصنف ابن ابی شیبہ: کتاب صلاۃ التطوع والامامۃ)۔ اسی لیے امام مالک کے علاوہ تمام ائمہ غلام کی امامت کو جائز سمجھتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: ایک بار مجھے عشاء کی نماز کے بعد گھر لوٹنے میں تاخیر ہو گئی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تم کہاں تھی؟ میں نے بتایا: میں آپ کے ایک صحابی کی قراءت سن رہی تھی۔ اس جیسی قراءت اور اس جیسی آواز میں نے کسی کی نہ سنی۔ آپ اٹھے اور میں بھی آپ کے ساتھ گئی۔ فرمایا: یہ ابوحذیفہ کے آزاد کردہ، سالم ہیں۔ اللہ کا شکر ہے، جس نے میری امت میں اس طرح کے لوگ پیدا کیے (ابن ماجہ، رقم ۱۳۳۸۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۳۲۰)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سفر و حضر میں) چاشت کی نماز نہ پڑھتے تھے، لیکن میں پڑھتی ہوں۔ آپ ایک کام (کر کے) اس اندیشے سے چھوڑ دیتے تھے کہ وہ سنت و فرض نہ بن جائے۔ مطلوب لوگوں کی آسانی ہوتی تھی (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۴۵۱۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۴۸۶۷)۔ ایک عورت نے حضرت عائشہ سے استفسار کیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے نوافل ادا کرتے تھے؟ تو انھوں نے چار رکعات پڑھنے کا اثبات کیا (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۳۸۸)۔ وہ خود آٹھ رکعتیں ادا کرتی تھیں۔ (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۳۶۳۔ مصنف عبدالرزاق، رقم ۴۸۶۶)۔ صلحاے امت کی ایک بڑی تعداد بھی چار یا آٹھ رکعتیں پڑھنے پر عمل پیرا ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے یا نماز سے فارغ ہوتے

تو کچھ کلمات ادا فرماتے۔ میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا: اگر کوئی شخص بھلائی کی باتیں کرتا ہے تو یہ کلمے روز قیامت تک ان پر مہر کی طرح قائم رہتے ہیں۔ اور اگر کوئی مہمل گفتگو کرے تو یہ اس کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں: 'سبحانك اللّٰهم! و بحمدك أستغفرك و أتوب إليك'، ''تیری پاکی ہے، اے اللہ، تیری حمد بیان کرنے کے ساتھ میں تجھ سے استغفار کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں'' (نسائی، رقم ۱۳۴۵)۔

حضرت ابوہریرہ نے یہ حدیث بیان کی: ''جس نے کوئی نماز جنازہ پڑھی تو اسے ایک قیراط جتنا اجر ملے گا اور جو جنازہ پڑھنے کے بعد اس کے ساتھ گیا اور تدفین میں حصہ لیا، اسے دو قیراط کے برابر ثواب ہو گا۔'' تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: دیکھو ابوہریرہ کو، ایسے ہی حدیثیں بیان کرتے رہتے ہیں۔ پھر انھیں پکڑ کر حضرت عائشہ کے پاس لے گئے۔ انھوں نے حضرت ابوہریرہ کی روایت کی تصدیق کی اور کہا: وہ سچ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا: تب تو ہم نے بہت سے قیراط کھو دیے ہیں۔ جب یہ سوال کیا گیا کہ قیراط کیا ہے؟ تو حضرت ابوہریرہ نے بتایا: احد جتنا بڑا پہاڑ (بخاری، رقم ۴۷، ۱۳۲۴۔ مسلم، رقم ۲۱۴۵۔ ابوداؤد، رقم ۳۱۶۹۔ ترمذی، رقم ۱۰۴۰۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۸۵۵۶)۔

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الجامع المسند الصحیح المختصر (بخاری، شرکۃ دارالارقم) المسند الصحیح المختصر من السنن (مسلم، شرکۃ دارالارقم)، الجمل من انساب الاشراف (بلاذری)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، احکام القرآن (بصاص)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، احکام القرآن (ابن عربی)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، سیر اعلام النبلاء (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، تہذیب التہذیب (ابن حجر)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ، امین اللہ وثیر)، Wikipedia, the free encyclopedia، رخصتی کے وقت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر (محمد عمار خان ناصر)۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com www.almawrid.org